Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

احمد فراز کی غزل کے فکری رویے "اے عشقِ جنوں پیشہ" کے تناظر میں

1. محمد عثمان

2. ڈاکٹر جہان زیب شعور

3. ڈاکٹر روح الامین

ABSTRACT:

Ahmad Faraz is a significant Urdu ghazal-go poet. He has a classical style, and a modern thematic canvas. "Ay Ishq junoon paisha" is his last book, published in 2007, which presents modern creative and balanced thought. Instead of sentimentalism and exaggerated attitudes, it unveils the hidden reality of life and the universe. Along with political and social issues, national politics and international scenarios are of special importantance in this regard. Unfortunately critics view about Faraz are not fair but it's clear from from "ay ishq junoon paisha" in which he appears in a very unique form. In the article, the intellectual attitudes of the ghazals of "ay ishq junoon paisha" have been critically examine so that the individual attitude of Ahmed Faraz's ghazal may come to the fore.

احمد فراز کا آخری مجموعہ کلام "اے عشق جنوں پیشہ" 2007ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔ اب تک احمد فراز کے فنی و فکری زاویوں پر صفحے کے صفحے سیاہ کیے جا چکے ہیں۔ کہیں بالغ نظر تنقید ان کی شاعرانہ خصوصیات کا احاطہ کرتی نظر آتی ہے تو کہیں سطحی آرا کا ایسا انبار بھی نظر سے گزرتا ہے کہ شاعر ٹین ایج کی تہمت اور لا ابالی عاشقانہ مزاج کا حق دار ٹھہرایا گیا۔ حق تو یہ ہے کہ بیسویں صدی کے شعری منظر نامے میں جہاں بہت سے شاعروں کی گونج سنائی دیتی ہے وہاں فراز کے غزلیہ رجحانات نے روایت کا اثر قبول کرتے ہوئے اپنی انفرادیت خود قائم کی۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے پہلے مجموعہ کلام "تنہا تنہا" سے لے کر ان کے آخری مجموعہ کلام کا اگر سنجیدگی سے مطالعہ کیا جائے تو فراز کا یہ دعویٰ باطل ہونے سے رہا:

کوئی سخن برائے قوافی نہیں کیا
اک شعر بھی غزل میں اضافی نہیں کیا

ہم اہلِ صدق جرم پہ نادم نہیں رہے
مر مٹ گئے پہ حرفِ معافی نہیں کیا

ہم نے خیال یار میں کیا کیا غزل کہی
پھر بھی گماں یہی ہے کہ کافی نہیں کیا(1)

لیکچرار

اسسٹنٹ پروفیسر

لیکچرار، شعبہ اردو اسلامیہ کالج یونی ورسٹی پشاور

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

تخلیقی اذہان کی غیر معمولی کروٹیں اور ہمہ وقت تخلیقی سرشاریوں سے نمو پانے والی شخصیات کے ہاں فکر و شعور کے دھارے ہمیشہ متحرک رہتے ہیں۔ فراز نے بھی بھرپور تخلیقی زندگی گزاری ہے جس کا اندازہ ہم ان کی عہد بہ عہد منظر عام پر آنے والی شاعری سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔ فراز نے شعری حساسیت کو طے شدہ معیارات اور اصولوں کا پابند نہیں ہونے دیا کیوں کہ ان کے ہاں کلاسیکی لہجے کا جدید آہنگ عصری صورت حال اور تقاضوں میں ملفوف نظر آتا ہے۔ ان کے ہاں نہ لگی لپٹی ہے نہ کوئی ماورائی فارمولے، فراز نے جو کچھ محسوس کیا اسے وہ حالات کے تناظر میں پیش کرنے کا ہنر بخوبی جانتے ہیں۔ انھوں نے یار لوگوں کے اعتراضات اور جانب دار تنقیدی مزاج کو خاطر میں لانے کی کوشش نہیں کی۔ وہ ہمیشہ اپنے ضمیر کی عدالت میں بے گناہ مجرم کی طرح زندگی کی حقیقتوں کا مقدمہ لڑتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری باشعور سیاق و سباق میں ایک عمر کی مسافت طے کرتی نظر آتی ہے۔ اگر کسی شاعر کا مطالعہ ایک خاص نظریے، پروپیگنڈے اور تعصب کے ساتھ کیا جائے تو اس پر لگایا جانے والا لیبل ضرور گم راہ کن ثابت ہوگا۔ شاعری کے سنجیدہ قارئین و سامعین ایسے شاعر کو پڑھے بغیر ہی ناقد کی پھیلائی ہوئی تنقیدی گم راہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ احمد فرازؔ کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا لیکن ان کا تخلیقی سفر اتنا فعال رہا ہے کہ یقین جانیے اس فعالیت نے بھی فراز کے ناقدین اور محققین کو ان کے بارے میں یکسوئی سے رائے قائم کرنے کی مہلت نہیں دی۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ بتدریج شعری منظر نامے پر نئے اور تازہ افکار کے ساتھ نمودار رہے۔ کبھی کبھی یہ متحرک تخلیقی انہماک بھی شاعر کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے کیوں کہ شاعر کے بارے میں پہلے سے طے شدہ تاثر اس کے نئے کلام پر بلاوجہ صادق آنے سے گریز نہیں کرتا۔ فراز کے ضمن میں دوسری اہم وجہ یہ ہے کہ وہ فیض احمد فیضؔ کے بعد ہمارے ادبی حلقوں میں کافی شہرت کے حامل ہیں۔ ان کے ہم عصر معترض بھی رہے۔ ساٹھ کی دہائی میں ایسے شعرا کی کثرت ہے جو فراز کی شاعرانہ حیثیت کے برابر نہیں۔ ان کی شاعری کو پرکھنے میں فراز کی مقبولیت اور بے تحاشا شہرت ہمیشہ آڑے آتی رہی۔ لہٰذا شاعر کی عوامی پذیرائی اس کے شعری اوصاف اور محاسن کو حجاب میں لپیٹ لیتی ہے(2)

اس حجاب کو اٹھانے کے لیے فراز کا آخری مجموعہ کلام "اے عشق جنوں پیشہ" کا مطالعہ کافی سودمند ثابت ہو سکتا ہے۔ اس مجموعہ کلام میں شاعر کی زندگی کے ٹھوس تجربات دستیاب ہیں۔ اب شاعر کے ہاں شاعرانہ سطح جذباتی آہنگ سے کنارہ کش ہو کر اپنے سابقہ تجربات کو نئے موڑ سے ہم کنار کرتی ہے۔ یہاں سے احمد فرازؔ اپنے ماضی پر نظر ڈال کر نئے تخلیقی شعور اور زیرک مزاج شاعر کا روپ اختیار کر لیتے ہیں۔ کسی زمانے میں ان کے ہاں عنفوانِ شباب کے جذبات و احساسات، رومانوی لب و لہجہ، محبت کی لامرکزیت اور اپنے محبوب کے ساتھ طے پانے والے معاملات اور روایتی تصورات سے ہوتے ہوئے عاشق و معشوق میں کسی ایک کی بے وفائی پر منتج نظر آتے ہیں۔ لیکن محبت کا ایک خاص نقش جو کم و بیش ہر شخص کے ہاں موجود ہوتا ہے اور اس ایک مرکز سے چھٹکارا حاصل کرنے کا کرب جس طرح انسان کو لامرکزیت کی طرف لے جا کر بار بار مراجعت پر مجبور کرتا ہے۔ یہ سارا سلسلہ فراز کے ہاں مخصوص ارتقائی صورت میں تشکیل ہوتا رہا ہے۔ "اے عشق جنوں پیشہ" میں فراز کا تصورِ محبت ٹھہراؤ اور متوازن فکر کا حامل ہو چکا ہے۔ جہاں محبت کے پرانے زخم بظاہر مندمل ضرور ہیں مگر ان کے کریدنے میں زندگی کو برتنے اور درد سے نباہ کرنے کا اعلیٰ سلیقہ پایا جاتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ انسان غمِ حیات سے سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہو ہی جاتا ہے۔ لہٰذا اب فراز کے ہاں تصورِ محبت میں عاشقانہ انانیت زندگی کی کٹھنائیوں کے پہلو بہ پہلو سفر کر رہی ہے۔ اب فراز کے یہاں محبت کے رومانوی زاویے کلاسیکی خطوط پر استوار ہو کر حقیقت سے رشتہ جوڑ رہے ہیں۔ مثلاً "اے عشق جنوں پیشہ" کے ان اشعار پر نظر ڈالیے:

تم نے دیکھی ہی نہیں دشتِ وفا کی تصویر
نوکِ ہر خار پہ اک قطرہ خوں ہے یوں ہے

تم محبت میں کہاں سود و زیاں لے آئے
عشق کا نام خرد ہے نہ جنوں ہے یوں ہے

اب تم آئے ہو مری جان تماشا کرنے
اب تو دریا میں تلاطم نہ سکوں ہے یوں ہے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ناصحا تجھ کو خبر کیا کہ محبت کیا ہے
روز آجاتا سمجھاتا ہے یوں ہے یوں ہے(3)

آشوبِ زندگی تھا کہ اندوہِ عاشقی
اک غم کو دوسرے کی تلافی نہیں کیا(4)

رات جمع تھے دکھ دل میں زمانے بھر کے
آنکھ جھپکا کے غم یار نے خلوت چاہی(5)

فراز کے ہاں فکری اعتبار سے تخلیقی اظہار کا حقیقت پسندانہ شعور اپنے عصری مسائل کی نشان دہی کرتا ہے۔ وہ سماج اور معاشرے میں فرد کی آزادی کے قائل ہیں۔ ظلم، جبر اور بربریت کے اندھیر سایوں میں تعمیری خوابوں کی تشکیل و تعبیر کو انھوں نے فراموش نہیں کیا۔ حب الوطنی فراز کا شعار اور انسان دوستی ان کا آدرش تھا۔ وہ صرف مقامی سطح پر اس کا اظہار نہیں کرتے بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی فراز نے ہمیشہ انسانی مساوات کو مقدم جانا ہے۔ وہ ساری عمر آمرانہ عتاب کا شکار رہے لیکن اپنے قلم کو کسی دربار کے تابع نہ کر سکے اور ہمیشہ جمہوری سوچ کو پروان چڑھاتے رہے۔ ان کے ہاں ملکی سیاست کے نشیب و فراز، استحصال اور استبداد کے منفی عناصر، غریب و غیور قوم کی دم توڑتی امنگیں، قید و بند کی صعوبتیں، جلا وطنی کے تجربات، عالمی تاریخ کے گھناؤنے کردار اور اپنے وطن میں اہل اقتدار کا مایوس کن رویہ اجتماعیت اور عمومیت کا رنگ لیے ہوئے ہے۔ فراز اپنے اظہار و احساس کی تربیت ترقی پسند تحریک اور اس کے علم برداروں کی صحبت میں کر چکے تھے۔ اس لیے فتح محمد ملک لکھتے ہیں:

"جب میں فراز کی غزل کی سیاسی رمزیت کا خیال کرتا ہوں
تو مجھے زندگی اور ادب کے ترقی پسند نظریے کے ساتھ فراز
کی اٹوٹ وابستگی یاد آتی ہے۔ انہوں نے ترقی پسند تحریک کے
بزرگ علمبرداروں کے سائے میں اپنے فنی و فکری سفر کا آغاز
کیا تھا۔ اپنے زمانہ طالب علمی ہی میں انھوں نے انجمن ترقی پسند
مصنفین کی پشاور شاخ سیکرٹری کی حیثیت میں بھی خدمات سر
انجام دی تھیں"(6)

فتح محمد ملک کی اس رائے سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اپنے شعری سفر میں فراز قلم قبیلے کی آبرو اور اصولوں پر ابتدا ہی سے کار بند رہے ہیں۔ وہ ہمیشہ امیر شہر کے دستِ ہوس اور جھوٹے ریاکاروں سے بر سر پیکار رہے۔ فراز کا ماننا تھا کہ ایک ادیب اور شاعر کی بنیادی ذمہ داری سچ بولنا ہے تاکہ ادبی وقار کی ساکھ متاثر نہ ہو یہی وجہ ہے کہ تادم مرگ ان کے قلم میں لغزش نہیں آئی اور نہ ہی ان کی کے ہاں مفاد پرست طبقے کے ساتھ سمجھوتے کی خوبو موجود ہے۔ یہ رویہ فراز اپنے پہلے مجموعہ کلام "تنہا تنہا" سے لے کر آخری مجموعہ کلام " اے عشقِ جنوں پیشہ "تک بخوبی نبھاتے رہے ہیں۔ ملکی سیاست کا خون آلودہ منظر، حکومتِ وقت کے منظورِ نظر لوگوں کے من پسند مناصب اور ان کا ناجائز استعمال، اپنے ضمیر کا سودا کرنے والا سیاسی ٹولہ، وطن اور مذہب کے نام پر لوٹ کھسوٹ غرض یہ سب وہ فکری پہلو ہیں جو فراز نے "اے عشقِ جنوں پیشہ " میں پیش کیے۔ مثلاً یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

؎باغباں ڈال رہا ہے گل وگلزار پہ خاک
اب بھی میں چپ ہوں تو مجھ پر مرے اشعار خاک

آ کے دیکھو تو سہی شہر مرا کیسا ہے
سبزہ گل کی جگہ ہے درودیوار پہ خاک (7)

؎کسی کے پاس نہ ظرفِ خرد نہ حرفِ جنوں
ہوئے ہیں عارف وسالک سبھی نصاب فروش (8)

؎ابروباراں ہی نہ تھے بحر کی یورش میں شریک
دکھ تو یہ ہے کہ ہے ملاح بھی سازش میں شریک (9)

؎غیروں سے کیا گلہ ہو کہ اپنوں کے ہاتھ سے
ہے دوسروں کی آگ مرے گھر لگی ہوئی (10)

؎ہوائے حرص سبھی کو اڑائے پھرتی ہے
یہ گردبادِ زمانہ یہ بھس بھرے ہوئے لوگ (11)

؎قیمت ہے ہر کسی کی دکاں پر لگی ہوئی
بکنے کو ایک بھیڑ ہے باہر لگی ہوئی (12)

؎خلقتِ شہر ہے چپ، شاہ کے فرمان کے بعد
اب کسی واقفِ اسرار کو کیا بولنا ہے

وہی جانے پس پردہ جو تماشا گر ہے
کب، کہاں، کون سے کردار کو کیا بولنا ہے (13)

؎وہ میکشانِ شہر ہوں یا واعظانِ دیں
کردار الگ الگ ہیں اداکار ایک سے (14)

ان اشعار سے جہاں فراز کا محسوساتی کرب عیاں ہے وہیں ان میں موجود لفظیات کا آہنگ ان کے احساسِ جمال کا غماز ہے۔ غزل کی ایمائیت، ایجاز واختصار اور مخصوص تلازمات سے فراز نے ایک ایسے خطے کا نقشہ مرتب کیا ہے جس سے ان کا تصور شہر واضح ہو جاتا ہے۔ یہ شہر اپنوں کے ہاتھوں تاراج ہو چکا ہے۔ یہاں تخلیق کی جگہ تخریب جنم لیتی ہے اور

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

کٹھ پتلی کرداروں کا راج تماشا الگ سے چل رہا ہے۔ یہیں سے شاعر کے ہاں حالات کی بے وقعتی اور غیر یقینی کی فضا استوار ہوتی ہے کہ یہاں لوگوں کا کوئی خاص فلسفہ حیات نہیں اور نہ ہی زندگی کا حرکت و عمل سے کوئی سروکار ہے۔ کاروبار زندگی جامد اور ذہنی وفکری پس ماندگی نے اس ملک کے باسیوں کو کہیں کا نہیں چھوڑا۔ ان حالات میں ظاہر ہے شاعرانہ طور پر داخلیت سامنے آتی ہے۔ فراز کا بھی یہی حال ہے ان پر ایک ایسا وقت آتا ہے جب وہ خود کلامی کا سہارا لیتے ہیں یہ خود کلامی کبھی ذات سے کبھی محبوب سے اور کبھی زمانے سے رہی [15] لیکن داخلی وخارجی مکالمہ شاعر کے ہاں وقت گزاری کا وسیلہ نہیں ہوتا بلکہ یہ ارد گرد ماحول سے خاص قسم کا عرفان حاصل کرنا ہے۔ جس سے باطنی آنکھ زندگی کی مخفی حقیقتوں سے آشنا ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حالات کا جبر، غیر معتدل رویے، حبس زدہ ماحول، عدم شناخت کا مسئلہ اور درونِ ذات کا المیہ فرد کی حساسیت کو شاعرانہ پیشن گوئی میں ڈھال دیتا ہے۔ ان اشعار کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو "حال" کی مناسبت سے "مستقبل" کا نقشہ کھینچنا بعید از قیاس نہیں:

؎ جب ہر اک شہر بلاؤں کا ٹھکانہ بن جائے
کیا خبر کون کہاں کس کا نشانہ بن جائے [16]

؎ وہ جو موجود نہیں اس کی مدد چاہتے ہیں
وہ جو سنتا ہی نہیں اس کو پکارے جائیں [17]

؎ کوئی بھی دیکھنا چاہے نہ اپنے چہرے کو
سو جتنے آئنہ گر تھے ہوئے نقاب فروش

؎ نہ کشتیاں ہیں نہ ملاح ہیں نہ دریا ہے
تمام ریگ رواں اور سبھی سراب فروش [18]

؎ کوئی نہیں جو خبر لائے قعرِ دریا کی
یہ تاجرِ کفِ سیلاب وہ حباب فروش [19]

؎ کہانیاں نہ سنو آس پاس لوگوں کی
کہ میرا شہر ہے بستی اداس لوگوں کی
میں آنے والے زمانوں سے ڈر رہا ہوں فراز
کہ میں نے دیکھی ہیں آنکھیں اداس لوگوں کی [20]

احمد فرازؔ کی کشتی عمرِ رواں حالات کی دلدل میں ہمیشہ دھنسی رہی مگر ان کی تخلیقی سوچ ہمیشہ متحرک زاویے بناتی رہی۔ وہ ستم کے عہد میں اپنے لیے چپ چاپ جیے مگر خلقِ خدا کے لیے مزاحمتی سطح پر حالات کی ستم ظریفی سے نبرد آزما رہے۔ ان کا شعری سفر ہمیشہ حقیقت کے پہلو بہ پہلو رہا یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں زندگی باشعور انسان کا نوحہ بن جاتی ہے۔ وہ انسان جو فکری فعالیت کے ساتھ اپنے تجربات بیان کر رہا ہے۔ "اے عشقِ جنوں پیشہ" کی غزل اکیسویں صدی کے ان گنت مسائل کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس میں جہاں عصرِ رواں کا منظر نامہ پیش کیا گیا ہے وہاں شاعر کا ذاتی فلسفہ حیات بھی موجود ہے۔ یہاں تک آتے آتے فراز پر حیات وکائنات کے کئی راز آشکارا ہوتے دکھائی دیتے ہیں جن کا احساس انھیں شدت سے تھا۔

؎ داغ دامن کے ہوں، دل کے ہوں کہ چہرے کے فرازؔ
کچھ نشاں عمر کی رفتار سے لگ جاتے ہیں [21]

؎ غیر تو تھے غیر، اپنے آپ کو
سب سے بڑھ کر ہم نے لوٹا اور کیا [22]

بھلے دنوں کا بھروسا ہی کیا رہیں نہ رہیں
سو میں نے رشتہ غم کو بحال رکھا ہے (23)

اندر کی فضاؤں کے کرشمے بھی عجب ہیں
مینہ ٹوٹ کے برسے بھی تو بادل نہیں ہوتے
سب خواہشیں پوری ہوں فراز ایسا نہیں ہے
جیسے کئی اشعار مکمل نہیں ہوتے (24)

"اے عشقِ جنوں پیشہ" کی غزلیات میں احمد فرازؔ کا فکری کینوس نہ صرف معاصر منظر نامے کا احاطہ کرتا ہے بلکہ یہ ماضی کے تجربات کو بھی از سرِ نو پیش کر رہا ہے۔اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ شاعر کے ہاں روایت کی کلاسیکیت اور جدید رجحانات کا طرزِ اظہار مقامیت سے لے کر آفاقی حسیت کا ترجمان ہے۔اس مجموعے میں کہی گئیں غزلیات کے مضامین ہنگامی نوعیت کے نہیں بلکہ فراز نے اسے دیگر مجموعوں کی نسبت مخصوص اسلوب میں ڈھال دیا ہے۔اب یہاں الفاظ کی کھینچا تانی،اکڑ پن اور للکار نہیں کیوں کہ بدلتے ہوئے حالات کے تحت ادبی معیارات میں بھی تبدیلی آتی رہتی ہے۔احمد فرازؔ کے ہاں آخری دور کی شاعری اور خصوصاً ان کا آخری مجموعہ کلام ان کی مجموعی فکر اور شاعرانہ حیثیت کو جانچنے کا سود مند ذریعہ ہے۔عموماً کسی شاعر یا ادیب کا ذہنی ارتقا اس کی پہلی تخلیقات سے واضح کرنے کی سعی کی جاتی ہے مگر بعض شاعر اور ادیب عمر کے آخری حصے میں ایسے تخلیقی اشارے دے جاتے ہیں جن سے ان پر تحقیق کے دروازے دوبارہ کھل جاتے ہیں۔احمد فرازؔ بھی اپنے آخری مجموعہ کلام میں کئی اشارات مرتب کر چکے ہیں۔اب یہ آنے والے ناقدین اور محققین کا کام ہے کہ وہ فراز کے ہاں فکری گتھیوں کو سلجھانے میں کس قدر سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔خصوصاً ان کے آخری مجموعہ کلام میں عشق و رومان کی بدلتی صورتیں اور اس کے مثبت و منفی اثرات،سماجی و معاشرتی اونچ نیچ کے فکر انگیز نتائج،ملکی سیاست کی منافقت اور مارشل لائی عہد کی باقیات،عالمی سرمایہ دارانہ ذہنیت،مابعد نو آبادیاتی عہد میں رونما ہونے والی صورتِ حال اور امریکہ افغان جنگ سے متاثرہ پاکستانی عہد ایسے فکری رویے ہیں جن کا ذکر احمد فرازؔ مخصوص غزلیہ اشارات اور کنایات میں کرتے ہیں۔اس طرح ان کی ہاں لفظ اور معانی کی جدید جہتیں واضح ہونے لگتی ہیں۔یہ جہتیں فکری مبالغہ امیزی اور فنی حاشیہ آرائی سے مبرا ہیں۔ان میں تخلیقیت کے ساتھ ساتھ انتقادی بالغ نظری زندگی کے اسرار و رموز اور حقائق کی گرہیں کھولتی ہے۔ان سارے خصائص کی روشنی میں فراز شناسی کو پھر سے فروغ دینا ہو گا تاکہ اکیسویں صدی اور آنے والے عہد میں اس کی قدر و قیمت متعین ہو سکے۔

حوالہ جات:

1۔احمد فرازؔ،اے عشقِ جنوں پیشہ،دوست پبلی کیشنز،اسلام آباد،2007ء،ص140

2۔ شمیم حنفی،احمد فراز کی شاعری:مشمولہ،اے عشق جنوں پیشہ،دوست پبلی کیشنز،اسلام آباد،2007ء،ص12

3۔احمد فرازؔ،اے عشق جنوں پیشہ،دوست پبلی کیشنز،اسلام آباد،2007ء،ص ص32،33

4۔ ایضاً ص 140

5۔ ایضاً ص 146

6۔فتح محمد ملک،احمد فرازؔ کی شاعری نغمہ دلدار یا شعلہ بیدار،دوست پبلی کیشنز اسلام آباد2012ء،ص89

7۔احمد فرازؔ،اے عشق جنوں پیشہ،دوست پبلی کیشنز،اسلام آباد،2007ء،ص165

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

8۔ ایضاً ص 172

9۔ ایضاً ص 170

10۔ ایضاً ص 158

11۔ ایضاً ص 159

12۔ ایضاً ص 157

13۔ ایضاً ص ص 94،95

14۔ ایضاً ص 135

15۔ آصف علی، احمد فرازؔ شہر محبت کا نغمہ گر شخصیت کا فکری و فنی جائزہ، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، لاہور، 2017ء، ص 213

16۔۔ احمد فرازؔ، اے عشقِ جنوں پیشہ، دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد، 2007ء، ص 161

17۔ ایضاً ص 163

18۔ ایضاً ص 172

19۔ ایضاً ص 173

20۔ ایضاً ص ص 114،115

21۔۔ ایضاً ص 48

22۔ ایضاً ص 65

23۔ ایضاً ص 110

24۔ ایضاً ص ص 116،117